کی امداد کی آس تھی۔ اس سے مایوسی ہوئی تو مجبوراً دو تین سو ننگے بھوکے آدمیوں کے ساتھ خسروشاہ کے پاس قندز چلا گیا۔

حسین اکبر کا حملہ | وہ جب ترمذ کے قریب دریائے آموں[1] سے گذرا تو سید حسین اکبر کو خبر ملی۔ وہ مسعود مرزا کا داماد اور اس کے بھروسے کا آدمی تھا۔ اور ترمذ کا والی تھا۔ وہ اسی وقت بائسنغر مرزا کے سر پر جا دھمکا۔ مرزا دریا کے پار جا چکا تھا۔ تھوڑے سے آدمی اور تھوڑا سا اسباب رہ گیا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ لگا۔

یرم ترخان وہیں دریا میں ڈوبا اور بائسنغر مرزا کا غلام محمد طاہر پکڑا گیا۔

خسروشاہ بائسنغر مرزا سے اچھی طرح پیش آیا۔

باپ بیٹے میں فوج کشی | اسی سال سلطان حسین مرزا اور بدیع الزماں مرزا کے اختلافات کا حال معلوم ہوا۔ ان جھگڑوں کا انجام یہ ہوا کہ باپ بیٹوں میں ٹھن گئی اس کا مفصل حال یہ ہے کہ پچھلے سال سلطان حسین مرزا نے بدیع الزماں مرزا اور مظفر حسین مرزا کو بلخ اور استرآباد دے دیئے تھے۔ اور اس وقت اس فیصلے پر ان دونوں کی رضامندی بھی حاصل کر لی تھی۔ یہ واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس وقت سے اب تک بہت سے ایلچی آئے اور گئے۔ علی شیر بھی سفیر ہو کر آیا۔ اور اس نے بہت کوشش کی۔ لیکن بدیع الزماں مرزا اپنے چھوٹے بھائی کو استرآباد دینے پر راضی نہ ہوا۔ کورا جواب دے دیا۔ اور کہا کہ جب میرے بیٹے مومن مرزا کے ختنے ہوئے تو یہ شہر اس کو عنایت کیا گیا تھا۔

ایک دن پھر مرزا اور علی شیر بیگ کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت جو بات چیت ہوئی۔ اس سے مرزا کی ترش روئی اور علی شیر بیگ کی نرمی ٹپکتی ہے۔ علی شیر بیگ نے بدیع الزماں مرزا کے کان میں بہت چپکے سے چند پوشیدہ راز بیان کئے اور کہا ان باتوں کو یاد رکھنا۔

مرزا اسی وقت بولا۔ کون سی باتیں؟

---

[1] دریائے آموں ایران اور توران کے بیچ میں بہتا ہے۔

علی شیر بیگ نے صورت دیکھی اور رو دیا۔

آخر باپ بیٹوں میں بات اتنی بڑھی کہ باپ نے باپ پر اور بیٹے نے بیٹے پر استرآباد اور بلخ میں فوج کشی کی۔[1]

مظفر حسین مرزا اور مومن مرزا کا جھگڑا اتنا بڑھا۔ کہ مظفر حسین مرزا کے باپ سلطان حسین مرزا نے محمد مومن مرزا کے باپ بدیع الزماں مرزا پر بلخ میں چڑھائی کر دی۔

اور سلطان حسین مرزا کے بیٹے مظفر حسین مرزا نے بدیع الزماں مرزا کے بیٹے مومن مرزا پر استرآباد میں حملہ کر دیا۔

کوردان کے نیچے بیگ چراغ کے سبزہ زار میں سلطان حسین مرزا نیچے کی طرف سے اور بدیع الزماں مرزا اوپر کی طرف سے آیا۔ اور دونوں مقابل ہوئے۔

ابوالحسن کا حملہ | رمضان کی پہلی تاریخ بدھ کے دن سلطان حسین مرزا کے سرداروں میں سے ابوالحسن مرزا چند سرداروں اور فوج کے ایک دستہ کو لے کر ایکا ایکی سامنے آ گیا۔ معمولی سی لڑائی ہوئی تھی کہ بدیع الزماں مرزا کو شکست ہوئی اور اس کے اچھے اچھے سپاہی پکڑے گئے۔ سلطان حسین مرزا نے ان سب کو مروا ڈالا۔

دشمن کا قتل عام | صرف اسی موقعہ پر نہیں بلکہ ہر اس موقعہ پر جب کہ اس کے کسی بیٹے نے سرکشی کی اس نے اس کو شکست دی اور اس کے نوکروں میں سے جو بھی ہاتھ آیا اس کو مروا ڈالا۔

سلطان حسین مرزا اس کے سوا کیا کرتا۔ وہ حق پر تھا۔

بیٹوں کی عیش پرستی | مرزا اس قدر عیش و عشرت اور بدکاری میں مبتلا تھے کہ ان کے باپ کو جو نہایت ہوشیار اور تجربہ کار بادشاہ تھا۔ اتنی دور سے آنا پڑا۔

عیش و نشاط کا نتیجہ | رمضان جیسا متبرک مہینہ اور ایک رات کا فیصلہ باقی۔ لیکن اس نے نہ باپ کا لحاظ کیا اور نہ اسے خدا کا خوف ہوا۔ اس نے شراب پینے، جلسے کرنے اور مزے اڑانے

---

[1] ایک نسخہ میں یہ بھی ہے کہ باپ نے بیٹے پر اور بیٹے نے باپ پر چڑھائی کر دی۔

سے کام رکھا۔

یہ بندھا ٹکا اصول ہے کہ ایسے آدمی کو ایسی ہی ہار ہونی چاہیئے۔ جو لوگ عیش و نشاط کے بندے بن جاتے ہیں۔ ان پر ہر ایک قابو پا جاتا ہے۔

پریشانی اور بے سر و سامانی استر آباد کی چند سال کی حکومت میں بدیع الزماں مرزا کے حاشیہ نشین اور ملازمین خوب زرق برق بن گئے تھے مرزا کے ہاں سونے چاندی کا سامان بے تعداد تھا۔ ہمہ قسم کے عمدہ عمدہ کپڑے اور سدھائے ہوئے چلندہ گھوڑے موجود تھے۔ بھاگتے وقت ساری کائنات وہیں چھوڑی۔ اور پہاڑ کے ناہموار راستوں سے ایک خطرناک گھاٹی میں گھس گیا اور وہاں سے بڑی مشکل سے نکلا۔ اس جگہ اس کے بہت سے آدمی تلف ہوئے

بلخ بھی چھین لیا سلطان حسین مرزا اپنے بیٹے کو شکست دے کر بلخ گیا۔ وہاں بدیع الزماں مرزا کی طرف سے شیخ علی طغائی حاکم تھا۔ اس سے کچھ نہ بن سکا اس نے بلخ حوالے کر دیا۔

ابراہیم حسین بلخ کے تخت پر سلطان حسین مرزا نے ابراہیم حسین مرزا کو بلخ دے دیا۔ اور محمد ولی بیگ اور شاہ حسین چہرہ کو اس کے ساتھ چھوڑا۔ اور خود خراسان چلا گیا۔

خسرو کی عنایاتِ خسروانہ بدیع الزماں مرزا اس شکست کے بعد لٹ لٹا کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خسرو شاہ کے پاس قندز پہنچا۔

خسرو شاہ نے بڑی خاطر و مدارات کی۔ مرزا اور اس کے ساتھیوں کو اونٹ گھوڑے ڈیرے خیمے۔ اور فوجی ساز و سامان اتنا کچھ دیا کہ دیکھنے والے کہتے ہیں۔ کہ ان چیزوں میں اور پچھلے سامان میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور فرق ہو تو شاید سونے چاندی کے ساز و سامان میں ہو۔

مسعود کی بے اعتدالی اور خسرو کا اقتدار سلطان مسعود مرزا اور خسرو شاہ میں مرزا کی بے اعتدالیوں اور خسرو شاہ کے اقتدار کی وجہ سے ان بن ہو گئی۔ اس نے ولی اور باقی کو ساتھ کیا۔ اور بدیع الزماں مرزا کو سلطان مسعود مرزا کا مقابلہ کرنے کے لئے حصار بھیج دیا۔

میل ملاپ کا فریب یہ لوگ قلعے تک نہیں پہنچ سکے لیکن قرب و جوار میں دو ایک دفعہ طرفین

میں تھوڑی سی تلوار چلی۔

ایک دفعہ حصار کے شمال میں توش خانے کے مقام پر محب علی قورچی فوج سے نکل کر آیا اور خوب لڑا۔

دشمنوں نے جب اس کو گھوڑے سے گرا کر پکڑنا چاہا تو اس کے ساتھیوں نے دوسری طرف سے حملہ کر دیا اور اسے چھڑا لیا۔

کچھ دن بعد مرزا وغیرہ ظاہرا میل ملاپ کی باتیں کر کے واپس چلے آئے۔

بدیع الزماں کا شاندار خیر مقدم | چند دن بعد بدیع الزماں مرزا پہاڑ کے رستے سے ذوالنون ارغون اور اس کے بیٹے شاہ شجاع ارغون کے پاس قندہار اور زمین داورؔ[1] چلا گیا۔ ذوالنون یوں تو بخیل اور کنجوس آدمی تھا۔ لیکن اس نے مرزا کی خاطر و مدارات بہت کی۔ چالیس ہزار بکریاں تو ایک ہی دفعہ پیش کیں

چار شنبہ کا لطیفہ | عجیب اتفاق ہوا کہ جس چار شنبہ کو سلطان حسین مرزا نے بدیع الزماں مرزا کو شکست دی اسی چار شنبہ کو استرآباد میں مظفر حسین مرزا نے محمد مومن مرزا کو شکست دی اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ جو شخص محمد مومن مرزا کو پکڑ کر لایا۔ اس کا نام بھی چار شنبہ تھا۔

سمرقند کی فتح | بائسنغر مرزا جیسے ہی فرار ہوا۔ ہمیں خبر مل گئی۔ ہم نور خواجہ دیدار سے سمرقند چلے، راستے میں اکابر، امراء اور سپاہی اوپر تلے استقبال کے لئے آتے رہے۔ ہم قلعے میں پہنچ کر بُستان سرائے میں جا اُترے۔ خدا کے فضل سے ربیع الاول ۹۰۳ھ کے آخر میں سمرقند اور اس کے ملحقہ علاقے فتح ہو گئے۔

بلدہ محفوظ سمرقند | سمرقند کے برابر دنیا میں کوئی شہر لطیف نہیں ہے۔ وہ اقلیم پنجم میں ہے۔ اس کا طول بلد نوے درجے کچھ دقیقے اور عرض بلد چالیس درجے کچھ دقیقے ہے۔ شہر کا نام سمرقند ہے۔ اس میں جو علاقہ شامل ہیں انھیں ماوراء النہر کہتے ہیں۔ اور چوں کہ کوئی دشمن اس پر غالب نہ ہو سکا۔ اس لئے اس کو بلدۂ محفوظ بھی کہتے ہیں۔

---

[1] زمین داور، ہلمند کے مغرب کی طرف پہاڑ کے نیچے دریائے ہلمند کے دائیں طرف ہے ۔ ۱۴۹۷ء

عروج وزوال کے الٰہی قوانین

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۷)

غور وفکر اور عقل وخرد سے کام لینے کی چند آیتیں

غور وفکر اور عقل وخرد سے کام لینے کے سلسلہ کی چند آیتیں یہ ہیں

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیت لاولی الالباب ۳/۱۹۰

بلاشبہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں ارباب دانش کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا ۳/۱۹۱

وہ ارباب دانش آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (جس سے ان پر معرفت حق کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے پروردگار یہ سب کچھ آپ نے عبث اور بے کار نہیں پیدا کیا ہے۔

اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیء ۷/۱۸۵

کیا یہ لوگ آسمان اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے اس میں نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے

واختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا وتصریف الریح آیت لقوم یعقلون ۴۵/۵

اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آتے رہنے میں اور سرمایۂ رزق (پانی) میں جس کو اللہ آسمان سے اتارتا ہے اور اس کے ذریعہ پردۂ زمین میں زندگی پیدا کرتا ہے اور ہواؤں کے ردوبدل میں ان لوگوں

کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منه ان فی ذلك لآيت لقوم يتفكرون ۴۵/۱۲ — اللہ نے آسمان اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے تابع فرمان کر دیا بے شک اس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔

اسی طرح فرمایا گیا ہے جانور تمھارے لئے ہیں والانعام خلقها لكم ۱۶/۱ بارش اور اس سے اُگنے والی سبزیاں اور درخت تمہارے لئے ہیں۔ هو الذی انزل من السماء ماء لكم ۱۶/۱۰ ينبت لكم به الزرع الی اخرہ الاية ۱۶/۱ ومنه شجر فيه تسيمون ۱۶/۱۱ دریا اور اس کی روانی تمہارے لئے ہے وهو الذی سخر البحر ۱۶/۱۴ وغیر ذلك

ان آیتوں میں ایک طرف تو ان کے قدرتی فائدوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ہر دور میں یکسانیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور دوسری طرف ان فائدوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انسانی غور و فکر اور جد و جہد کے نتیجہ میں حاصل ہوتے رہتے ہیں اور معاشرہ کے ارتقار کے ساتھ ان میں تنوع پیدا ہوتا جاتا ہے جس کی بنا پر ان کی افادیت بڑھتی جاتی ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو "سخر" کا لفظ اور "ہر شی کے انسانوں کے لئے پیدا کئے جانے کا نظریہ" خود مذکورہ حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے باہر سے کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں باقی رہتی ہے۔

اس موقع پر ایک اور قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اس قسم کی تقریباً تمام آیتوں میں اظہارِ قدرت کے لئے یا شکر کے مطالبہ کے لئے یا اور کسی غرض کے ماتحت کسی نہ کسی طرح اللہ کا ذکر ضرور آ گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تحقیق و جستجو کی ہر دوڑ اور غور و فکر کے ہر میدان میں اللہ کی مرکزیت اور اس کی ماتحتی مُسلّم ہونی چاہیئے ورنہ عملی دنیا میں اس کے نتائج کہیں سے کہیں پہنچ سکتے ہیں جیسا کہ آج کل پہنچ رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں علمائے اسلام کی شہادتیں | امام ابو بکر جصاصؒ مذکورہ کئی آیتوں کے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

یحتج بجمیع ذلک فی ان الاشیاء علی الاباحۃ مما لا یحظرہ العقل فلا یحرم شیئ الا ما قام دلیلہ[1]

ان تمام آیتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جن چیزوں سے عقل نہ روکے وہ سب مباح ہیں البتہ جن کی حرمت پر دلیل قائم ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گی

امام غزالیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کس کے تابع ہیں فرمایا معقولات میں عقل کا تابع ہوں اور منقولات میں قرآن کا[2]۔

ایک موقع پر یہی امام غزالی فرماتے ہیں

ظن من یظن ان العلوم العقلیۃ مناقضۃ للعلوم الشرعیۃ وان الجمع بینھما غیر ممکن ھو ظن صادر عن عمی فی عین البصیرۃ[3]

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عقلی علوم شرعی علوم کے مخالف ہیں اور دونوں کا جمع کرنا ناممکن ہے ان کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ غور و فکر سے متعلق آیتیں نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

وکل ذلک یدل علی وجوب النظر والاستدلال والتفکر وذم التقلید فمن دعی الی النظر والاستدلال کان علی وفق القرآن ودین الانبیاء ومن دعی التقلید کان علی خلاف القرآن وعلی وفاق دین الکفار

ان سب آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نظر و فکر اور استدلال واجب ہے اور اندھی تقلید بری شے ہے جو شخص نظر و فکر کی دعوت دیتا ہے وہ قرآن اور طریقہ انبیاء کے موافق ہے اور جو اندھی تقلید کی طرف بلاتا ہے وہ قرآن کے مخالف اور کافروں کے مذہب کے موافق ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں

امام ابن تیمیہ کا قول کہ دین کی تکمیل قوت حرب، جہاد اور مال کے بغیر نہیں ہو سکتی

اس وقت ہمارے سامنے دو فاسد راستے ہیں ایک ان لوگوں کا جو دین کی طرف منسوب ہیں لیکن قوت حرب جہاد اور مال سے جن کا دین خداوندی محتاج ہے دین کی تکمیل نہیں کرتے دوسرا راستہ ان والیانِ حکومت

[1] احکام القرآن ج ۱ ص ۳۰ [2] از اجتہاد ۲۹ [3] ایضاً

کا ہے جو مال، حربی قوت اور جہاد سے کام لیتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد اقامتِ دین نہیں ہے، یہ دونوں ان لوگوں کے راستہ ہیں جن پر غضب نازل ہوا یا گمراہ ہیں[1]

پھر آگے چل کر کہتے ہیں

پس دین کا قوام کتاب ہادی اور حدید ناصری (تلوار) "یعنی سیرت کی تشکیل اور عالمی تصرفات" کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ رب قدیر نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے قرآن اور تلوار دونوں کو باہم مجتمع کرنے کی جد و جہد کرے اور اس کوشش میں خدا سے مدد مانگے اس کے بعد معلوم ہو کہ دنیا دین کی خدمت گار اور چاکر ہے۔"[2]

ایک اور موقع پر کہتے ہیں

"دین کو قائم رکھنے والی دو چیزیں ہیں قرآن اور تلوار حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس تلوار سے اس کی خبر لیں جو قرآن سے روگردانی کرتا ہے۔"[3]

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تشکیلِ سیرت اور عالمی تصرفات دونوں کے آمیزہ پر نہایت شاندار بحث کی ہے اور ایسے انداز میں کی ہے کہ اُسے دیکھ کر ایمان میں تازگی اور دل میں سرور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔[4]

بہر حال ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صالح معاشرہ کے قیام و بقا کے لئے سیرت کی تشکیل اور عالمی تصورات دونوں ضروری ہیں اور قومی و جماعتی زندگی کے عملِ صالح کی فہرست میں یہ سب داخل ہیں۔[5]

---

[1] سیاست الٰہیہ صـ۲۲ [2] حوالہ بالا صـ۲۲۲ [3] حوالہ بالا صـ۱۰۴ [4] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ باب الارتفاقات
[5] اس سلسلہ میں مفسرین کی تصریحات درج ذیل ہیں جن سے عمل صالح کی عمومیت ثابت ہوتی ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے

والصلحات کل ما استقام من الاعمال بدلیل العقل والکتاب والسنۃ (مدارک صـ۱۲۷)	(قرآن حکیم) میں صالحات سے مراد ہر وہ عمل ہے جو صحیح اور درست ہو خواہ اس کی صحت کتاب و سنت سے ثابت ہو یا عقل سے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں جن قوموں کے احوال و واقعات بیان ہوئے ہیں ان کی تاریخ پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے عروج و بقا اسی وقت حاصل کیا جب کہ عالمی تصرفات کے ساتھ سیرت کی تشکیل کی اور زوال و پستی سے انھیں اسی وقت دوچار ہونا پڑا جب کہ دونوں میں کسی ایک سے کنارہ کشی اختیار کی۔

انسان کی ابتدائی سرگذشت اور اس سے عمل صالح پر استدلال

اس کی صورت ابتدا تاریخ قرآنی سے یہ ہوئی کہ اس دنیا میں انسان کے آباد ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے واسطے سے تمام انسانوں کو بُنیادی حیثیت سے چند باتوں کی ہدایت کر دی تھی جن کا تعلق یہاں کی مادی و روحانی دونوں زندگیوں سے تھا، جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب نئے شخص کو کسی نئے مقام پر اہم ڈیوٹی سپرد کرنی ہوتی ہے تو صلاحیت کے امتحان میں کامیاب ہو جانے کے باوجود اسے باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، وہاں کی کیفیات و حالات سے آگاہ کیا جاتا ہے کام کی نوعیت اور نشیب و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیضاوی میں ہے

وھی من الاعمال ما سوغہ الشرع وحسنہ — تمام وہ کام جن کو شریعت نے جائز رکھا اور جن کی تحسین کی ہے۔

(بیضاوی ص ۴۲)

تفسیر عزیزی میں ہے

وعملوا الصّٰلحٰت یعنی و عملہائے شائستہ کردہ اند و عمل شائستہ ہمان است کہ این کتاب بآں فرمودہ باشد یا یکی از فروع ثلثہ این کتاب کہ سنت پیغمبر و اجماع مجتہدان است و قیاس جلی بران دلالت نمودہ۔ (تفسیر عزیزی ص ۹۲)

حدیث میں سمت حسن اور ہدی صالح کا ذکر ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں

"و ہمچنیں در قوتِ عاملہ او مددے میدہد کہ بسبب آں سمت صالح نصیب او گردد و رعایاتِ آدابِ عادات و تدبیر منزل و سیاست مدنیہ بطورے کہ ازاں خوب تر نشود اہتمام فرماید و خلق و شجاعت و سیاست و عدالت و کفایت و شناختن مصلحت بر وقتے او را اعطا می کند و بسوئے ایں اشارت واقع شدہ در حدیث السمت الصالح جزء من اجزاء النبوۃ (قرۃ العینین ص ۱۳۷ از ترجمان السنہ ج ۲ ص ۲۰۹)

اللہ تعالیٰ جس طرح نبی کی قوتِ عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ عاملہ میں بھی زیادتی مرحمت فرماتا ہے اور اسی وجہ سے سمتِ صالح اس کے حصہ میں آجاتی ہے پھر وہ سیاستِ مدنیہ، تدبیر منزل اور جملہ آدابِ عادات کی رعایت اس طور پر کرنے لگتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی کے خیال میں نہیں آسکتی اس کو اخلاق بہادری اور سیاست، عدالت اور ہر وقت و محل کے مناسب مصلحتوں کی معرفت بھی بخش دیتا ہے اسی جز کی طرف حدیث "السمت الصالح" میں

فرائض سے واقف کرایا جاتا ہے پھران تمام مرحلوں سے گذارنے کے بعد اس کو عہدہ دے کر بھیجا جاتا ہے یہی صورت بعینہٖ اس مقام پر سمجھنا چاہیئے۔ تفصیل یہ ہے۔

(۱) انسان کے اندر صلاحیتیں اول ہی دن سے ودیعت کردی گئی تھیں جن کے ظہور کے لئے بتدریج ارتقائی منزلوں سے گذرنا ضروری تھا۔ وعلم آدم الاسماء کلها ۲/۲۹

(۲) انسان مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہوگیا تھا قال یادم انبئهم باسمائهم فلما انبأهم باسماءهم ۲/۳۱

اسماء کے بارے میں متقدمین کی رائے یہ ہے

ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کہتے ہیں۔

علمه اسماء جمیع الاشیاء[۱] اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے تھے۔

ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں

اعنی الاجناس بمعانیها لعموم اللفظ[۲] مراد ساری جنسیں مع ان کے معانی کے ہیں کیونکہ اسماء کا لفظ عام ہے

متاخرین میں قاضی ثناء اللہؒ کے نقل کردہ بہت سے اقوال میں سے دو یہ ہیں

قیل اسم ماکان ومایکون[۳] بعضوں نے کہا کہ گذشتہ اور آئندہ سب چیزوں کو بتا دیا گیا تھا

قیل صفة کل شیء[۴] بعضوں نے کہا کہ ہر شے کی صفت بتائی گئی تھی

علم سے اس موقع پر اجمالی علم مراد ہے جس کا مطلب "صلاحیت" ہے نہ کہ تفصیلی علماً اجمالیا ولیس المراد العلم التفصیلی[۵]

(۳) جنت میں ٹریننگ کے لئے ایک عرصہ تک رکھا گیا تھا تاکہ وہاں کے نظام کو اور تعمیر و ترقی کی اسکیموں کو اچھی طرح سمجھ لے[۶] چنانچہ قرآن حکیم میں بار بار جنت کا تذکرہ منجملہ اور فائدوں

۱؎ احکام القرآن ص۳۳/۱۶ ۲؎ حوالہ بالا ۳؎ تفسیر مظہری ص۵/۱۴ ۴؎ حوالہ بالا ۵؎ حوالہ بالا ص۵

۶؎ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص۲۲۵

کے ایک یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ دنیا کی تعمیر و ترقی میں جنت کا نقشہ سامنے رہے۔

(۴) ان مرحلوں سے گذارنے کے بعد جب مقررہ عہدہ (نیابت و خلافت) پر بھیجنے کا وقت آیا تو درج ذیل باتوں کی ہدایت کی گئی تھی۔

انسان کے دنیا میں آباد ہونے کے وقت کی چند بنیادی ہدایتیں اور اس میں عالمی تصرفات اور تشکیل سیرت دونوں کا ذکر

(الف) دو مخالف طاقتوں (انسان اور شیطان) میں باہمی دشمنی اور رسہ کشی جاری رہے گی جس کا مظاہرہ جنت میں بھی ہو چکا ہے اس سے ہوشیار رہنا اور دامن بچا کر کام کرتے رہنا بعضکم لبعض عدو $\frac{۲}{۳۶}$

(ب) جہاں جا رہے ہو وہاں تمہیں ہمیشہ نہیں رہنا ہے بلکہ ایک مقررہ وقت تک رہنا ہے اور اس عرصہ میں وہاں کی چیزوں سے فائدہ اٹھانا (عالمی تصرفات) لیکن اپنی حیثیت کو کبھی نہ بھول جانا ولکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین $\frac{۲}{۳۶}$

(ج) تشکیلِ سیرت کے بارے میں چند بنیادی باتیں بتا دی تھیں جس میں دعاء و استغفار وغیرہ کے کلمے بھی شامل تھے اس کے بعد جنت کی گذشتہ لغزش کو معاف کر کے نیابت و خلافت کے عہدہ پر مامور کیا گیا تھا فتلقیٰ آدم من ربہ کلمٰت[عہ] فتاب علیہ $\frac{۲}{۳۷}$

(د) یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ وقتاً فوقتاً میرے پیغمبر آتے رہیں گے اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ تمہارے اندر ودیعت کی ہوئی صلاحیت کو بروئے کار لائیں گے اور تمہاری سیرت کی تشکیل کریں گے۔

(س) جنہوں نے ان کا کہنا مانا اور اپنی حالت درست رکھی تو ان کے لئے دنیا میں کسی

عہ میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں "کلمت" کا مفہوم عام رکھتے ہیں کسی اصول کلیہ پر زد نہیں پڑتی ہے جب کہ بہت سے مفسرین نے اس کی تفسیر مروجہ دعائیہ الفاظ "ربنا ظلمنا انفسنا الخ سے ہٹ کر ضمن کلمات الدعاء والاستغفار والتضرع" کی ہے۔

رہ گیا "فتاب علیہ" کا محل تو اس صورت میں اس کا مفہوم اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے یعنی اللہ نے آدم پر توجہ فرمائی" یعنی لغزش کو معاف کر کے عہدہ پر بھیج دیا۔"

ارباب فکر کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ تفسیر بالرائے کا الزام لگانے سے پہلے اپنے نیک مشوروں سے